sabaqeurdu.com
ISSN-2321-1601
UGC CARE LISTED MONTHLY JOURNAL
جولائی ۲۰۲۳

88

JULY 2023

Regd. with the RNI No.: UPURD/2016/67444
Urdu Monthly
ISSN-2321-1601

SABAQEURDU

VOLUME: 8, ISSUE:7
JULY 2023

Infront of Police Chowki
Gopiganj-221303,Bhadohi
sabaqeurdu@gmail.com
M.:9919142411,9696486386
WhatsApp: 9696486386

Price per copy: 200/-

احمد محفوظ:

مدیر سبق اردو

اجرائی شمارہ: جولائی ۲۰۰۳

سبق اردو

ایڈیٹر، پرنٹر، پبلشر : محمد سلیم
سرنامۂ سرورق : عادل منصوری
جلد:۸، شمارہ:۷
جولائی ۲۰۲۳
موبائل: 9919142411
سرورق : دانش الہ آبادی
Net Banking:SABAQ -E-URDU(MONTHLY)
واٹس ایپ: 9696486386
کمپوزنگ : دانش الہ آبادی، اہل قلم
IFSC BARB 0 GOPI BS A/C28240200000214
sabaqeurdu@gmail.com
مطبع: عظیم انڈیا پرنٹنگ پریس، سنت روی داس نگر، بھدوہی
Bank of Baroda, Branch: Gopiganj
فی شمارہ: ۲۰۰ (دوسو روپے)
زرتعاون: ۱۰۰۰ (ایک ہزار روپے)
Gopiganj-221303,Dist.Bhadohi,UP,INDIA

کسی بھی تحریر سے ادارہ کا متفق ہونا لازمی نہیں ہے۔ کسی بھی معاملے کی سنوائی صرف ضلع س۔ ر۔ ن۔ (بھدوہی) ہی کی عدالت میں ہوگی۔ ادارہ

چیف ایڈیٹر
دانش الہٰ آبادی

ڈاکٹر حنا آفریں	ہندوستانی تہذیب کا عکاس ناول 'آخری سواریاں'	۵
ڈاکٹر آفاق انجم شیخ	اُردو میں مکتوب نگاری کی روایت	۹
۱۔ڈاکٹر اصغر علی بیگ ۲۔ یاسر عرفات	شیخ سعدیؒ کے اخلاقی اقوال واشعار میں امن کا پیغام"	۱۲
ناظمہ خانم	علی گڑھ کے صاحب طرز نثر نگار	۱۴
ثنا راعین (ثنا بانو محمد خضر)	قدسیہ زیدی کی ڈرامہ نگاری	۱۸
سجاد احمد	سنگھاردان: ایک مطالعہ	۲۲
منظور حسین	گوجری ادب کی تاریخ	۲۴
ڈاکٹر نور فاطمہ	فاطمہ مرنیسی: اسلامی تانیثیت کی اہم نظریہ ساز	۲۶
ڈاکٹر ذیشان حیدر	عزمیؔ کی شاعرانہ عظمت	۳۱
مشتاق احمد صدیقی	ذبیح راجوروی کی سی حرفی "نالہ دل" تفہیم وتشریح	۳۴
اشتیاق احمد مصباح	گوجری افسانہ پر اردو افسانہ کے اثرات	۳۶
ڈاکٹر طیبہ نازلی	اساتذہ کی پیشہ ورانہ وابستگیاں اور پابندی عہد	۳۹
زرینہ بانو	عبدالغنی شیخ کی ادبی خدمات	۴۱

شرما بھی آئے تھے۔ سراج خلیفہ کو بھی بلایا گیا تھا۔۔۔ پھر یہ طے ہوا کہ سب لوگ مل کر تمہارے پتاجی کے پاس جا کر بنتی کریں کہ صبح سورج نکلنے کے بعد وہ والی نماز پڑھا دیں جس سے بارش ہوتی ہے۔۔۔

جب ہم جنگل پہنچ گئے تو نماز کی پنکتیاں بنا کر سب کھڑے ہو گئے۔ ہم سب لوگ ان پنکتیوں سے ذرا ہٹ کر ہاتھ جوڑ کر کھڑے ہو گئے۔۔۔ تمہارے پتاجی بیمار تھے اور بہت مشکل سے یکے سے اتر پائے۔۔۔ چاروں طرف اڑتی ہوئی دھول کو دیکھا، ڈکراتی ہوئی بھینسوں، بلبلاتے ہوئے اونٹوں اور ممیاتی ہوئی بکریوں کو دیکھا تو وہ خود بھی رونے جیسے ہو گئے۔ پھر سب کی طرف پیٹھ کر کے نماز پڑھائی۔۔۔ نماز پڑھا کر تمہارے پتاجی نمازیوں کی طرف منھ کر کے کھڑے ہو گئے اور کسی اور بھاشا میں بہت دیر تک زور زور سے رو رو کر بولتے رہے۔ پھر پیچھے پلٹ کر انھوں نے اپنے کندھے پر پڑی چادر کے پلو اِدھر اُدھر کیے اور پھر ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی۔۔۔ وہ بار بار جانوروں اور بچوں کا حوالہ بھی دیتے جا رہے تھے اور کچھ ایسی باتیں کرتے جا رہے تھے جن کو سن کر من رونے کو کر رہا تھا۔ پھر دعا ختم کر کے وہ کئی آدمیوں کے سہارے سے یکے تک گئے۔ (ص۸۶تا۸۸)

گنگا جمنی تہذیب کا خوبصورت منظر ہے جہاں لوگ دوسرے مذہب اور عقیدے والوں کی مدد کرنے کے لیے ہر حال میں تیار رہتے ہیں مگر اب عہدِ حاضر میں ایسے مناظر دکھائی نہیں دیتے جہاں لوگ باہمی اُخوت اور رواداری کے ساتھ ایک دوسرے کا احترام کرتے ہوئے رہ رہے ہوں۔

سید محمد اشرف نے اس ناول میں ہندوستانی تہذیب کا زوال، اردو کی زبوں حالی، فنکاروں کی ناقدری ان سب کو اس طرح دکھایا ہے کہ جو ماضی میں تھا وہ اب موجودہ دور میں نہیں ہے۔ کیا اب ایسا وقت آئے گا جب یہ مناظر پھر سے دیکھنے کو ملیں گے۔ اس طرح کے سوالات قائم کر کے ناول نگار نے قارئین کے ذہن پر ایسا نقش چھوڑا ہے جو اس کی یادداشت کا ایک حصہ بن جاتا ہے۔

Dr. Hina Afreen,
Assistant Professor,
Academy of Professional Development of Urdu Medium Teachers,
Jamia Millia Islamia,
New Delhi-110025

اُردو میں مکتوب نگاری کی روایت

ڈاکٹر آفاق انجم شیخ

مکتوب نگاری کی صنف نہایت قدیم ہے۔ بعض مورخین کا خیال ہے کہ مکتوب کی تاریخ اتنی ہی قدیم ہے جتنی خود تحریر کی تاریخ۔ مکتوب نگاری کا آغاز تقریباً اس زمانے سے ہوتا ہے جب انسان نے فنِ تحریر سے شناسائی حاصل کی اور زندگی میں باہمی میل جول اور سماجی تعلقات کی ضرورت و اہمیت کو محسوس کیا۔ خط کی تاریخ پر روشنی ڈالتے ہوئے مالک رام لکھتے ہیں۔۔۔۔

''قدیم ترین مطبوعہ خط جو میری نظر سے گزرا وہ ہے جو قرآن (سورۃ النمل ۲۷۔ آیت ۱) میں نقل ہوا ہے۔ یہ ایک سطری مختصر خط حضرت سلیمان علیہ السلام نے اہلِ سبا کو لکھا تھا بسم اللہ الرحمٰنِ الرحیم الّا تعلوا علیّ و اتونی مُسلِمین (تم لوگ میرے مقابلے میں تکبر نہ کرو اور مطیع ہو کر حضور چلے آؤ) اسی کے بعد ملکہ سبا حضرت سلیمان علیہ السلام کے دار الخلافہ میں حاضر ہوئیں اور ان کی خدمت میں مختلف تحائف پیش کیے۔'' ۱

۱۸۸۷ء میں سمرنا کے مقام پر کھدائی کے دوران تقریباً تین ہزار سال قبل کی تین سومٹی کی لوحیں ایسی نکلی ہیں جن پر مصر کے فراعنہ کے نام خطوط کندہ ہیں۔ یونان کے عظیم شاعر ہومر اور مورخ ہیروڈوٹس کی تحریروں سے پتہ چلتا ہے کہ قدیم یونان میں خط و کتابت کا رواج تھا۔ بہت سے مکاتیب افلاطون، ارسطو اور ایپقورس سے منسوب کیے جاتے ہیں۔ لیکن مکتوب نگاری کو فن بنانے کا سہرا رومیوں کے سر ہے۔ سسرو اور سنیکا دی ایلڈر کے خطوط اپنے دور کی معاشرت کے آئینہ دار ہیں۔ انگریزی زبان میں جو خطوط لکھے گئے، انکی قابلِ ذکر خصوصیات بے تکلفی، سادگی، شگفتہ بیانی اور بذلہ سنجی ہیں۔ انگریزی ادب میں کیٹس، شیلی، بائرن، براوننگ اور جارج برنارڈ شا کے خطوط قابلِ ذکر ہیں۔ اسی طرح نپولین، والٹیئر، وکٹر ہیوگو اور گائی دی موپاساں کے خطوط فرانسیسی ادب میں شہ پارے کی حیثیت رکھتے ہیں۔ عربوں کے یہاں بھی خطوط نویسی کی روایت کافی قدیم رہی ہے۔ ظہورِ اسلام کے بعد تو اس فن نے بڑی تیزی سے ترقی کی۔

عربوں میں اسلام کی آمد سے قبل مکتوب نگاری کا رواج تھا لیکن بہت زیادہ مضبوط نہیں تھا اور نہ ہی باقاعدگی تھی، لیکن اسلام کی آمد کے بعد باضابطہ خطوط لکھے گئے۔ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی خطوط لکھے جو آج بھی محفوظ ہیں اور مکتوباتِ نبوی کے نام سے عربی اور اردو میں شائع ہو چکے ہیں۔ عربوں کی خطوط نویسی پر تبصرہ کرتے ہوئے مظفر حسین برنی لکھتے ہیں۔۔۔۔

''عربی میں خط لکھنا ایک پیشہ تھا اور اس پیشہ کو اختیار کرنے والے کو کاتب کہا جاتا تھا۔ اسلام کا ظہور ہوا تو اس فن نے اور ترقی کی، خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کم از کم چار خطوط اپنی اصلی حالت میں موجود ہیں۔ حضرت عمرؓ

نے پہلی بار "دارالانشا" قائم کیا۔ حضرت عمرؓ سے پہلے حضرت ابوبکرؓ کے زمانے میں حضرت عثمان بن عفانؓ اور حضرت زید بن ثابتؓ کاتب کے فرائض انجام دیتے تھے۔'' ۲

اُردو میں مکتوب نگاری سے بہت پہلے فارسی میں خطوط اور رقعات کے لا تعداد مجموعے مرتب ہوکر مقبول ہو چکے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ مامون الرشید کے زمانے سے ہی فارسی زبان کو اچھی خاصی اہمیت حاصل ہوگئی تھی۔ عجمیوں نے جہاں جہاں حکومتیں قائم کیں وہاں فطری طور پر خط و کتابت فارسی میں ہونے لگی۔ عہدِ اکبری کے اُمراء میں ابوالفضل علامی نے خطوط لکھے، جو برسوں تک مدارس کے نصاب میں شامل رہے۔ اورنگ زیب عالمگیر کے رقعات کے کئی مجموعے تاریخی و سیاسی قدر و قیمت کے علاوہ ادبی مرتبہ رکھتے ہیں۔

انیسویں صدی کے نصف میں مرزا اسداللہ خان غالب نے اردو میں خطوط نویسی کا باقاعدہ آغاز کیا اور اپنے جدید اُسلوب سے فنِ مکتوب نگاری اور خود اردو نثر میں ایک انقلاب برپا کردیا۔ حیرت ہیکہ جس شاعر کا کلام زلفِ محبوب کی طرح خم دار ہے وہ ایسی صاف اور سادہ نثر لکھنے میں کیسے کامیاب ہوگیا جو سہلِ ممتنع کا درجہ رکھتی ہے۔ غالب کے خطوط میں نہ تصنع ہے، نہ تکلف، نہ آورد۔ سادگی، بے تکلفی، دل آویزی، شوخی اور شگفتگی ان کے خطوط کی امتیازی خصوصیات ہیں۔ غالب نے خطوط نویسی میں جو طرزِ خاص ایجاد کیا کوئی آج تک اسکی پیروی نہ کرسکا۔ پروفیسر نورالحسن نقوی لکھتے ہیں۔۔۔۔۔

''ہمارے نثری ادب میں غالب نے مکتوب نگاری کے ایسے پُرکشش انداز کی بنیاد ڈالی جس کی دلفریبی آج بھی اہلِ نظر سے خراجِ تحسین وصول کرتی ہے اور یہ مقبولیت روز افزوں ہے۔ مولانا حالی تو یادگارِ غالب میں یہاں تک کہہ گزرے کہ مرزا کی شہرت و ناموری کا دارومدار ان کی اردو فارسی شاعری پر نہیں اردو مکتوب نگاری پر ہے۔ مولانا کی اِس رائے سے اتفاق نہیں کیا جاسکتا۔ سچ بات یہ ہے کہ غالب صرف شاعر ہوتے تب بھی اور صرف مکتوب نگار ہوتے تب بھی اردو ادب میں ان کا رتبہ وہی ہوتا ہے جو آج ہے۔'' ۳

غالب نے القاب و آداب کا پرانا اور روایتی طریقہ ختم کیا۔ وہ خط کو کبھی میاں، کبھی میری جان، کبھی برخودار تو کبھی حضرت، صاحب، قبلہ وغیرہ الفاظ سے شروع کرتے ہیں۔ ان کی عبارت میں تکلف بالکل نہیں پایا جاتا بلکہ ہلکے پھلکے الفاظ اور نہایت سلیس اور شگفتہ جملے ہوتے ہیں۔ غالب کی اردو خط و کتابت کا طریقہ بڑا دلچسپ اور نرالا ہے، وہ جس انداز سے خط میں جدّت اور لطف پیدا کردیتے ہیں اس کی مثال کسی اور مکتوب میں نہیں ملتی۔ غالب کے خطوط میں ادائے مطلب کا طریقہ بالکل ایسا ہے جیسے دو آدمی روبرو بیٹھے باتیں کررہے ہوں۔ مرزا حاتم علی مہر کے نام لکھے اپنے خط میں غالب یوں رقم طراز ہیں۔۔۔

'مرزا صاحب میں نے وہ انداز تحریر ایجاد کیا ہے کہ مراسلہ کو مکالمہ بنا دیا ہے۔'

غالب کا تعزیتی خط لکھنے کا انداز بھی نرالا ہے۔ یوسف مرزا کے والد کے انتقال پر یوں لکھتے ہیں۔۔۔ 'یوسف مرزا! کیوں کر تجھ کو لکھوں کہ تیرا باپ مر گیا، اور اگر لکھوں تو پھر آگے کیا لکھوں کہ اب کیا کرو مگر صبر! ہائے ایک کا کلیجہ کٹ گیا ہے اور لوگ اسے کہتے ہیں کہ تو نہ تڑپ، بھلا کیوں نہ تڑپے گا!'

غالب کے خطوط سوانح نگاری کے ہی نہیں بلکہ اپنے عہد کے تاریخی واقعات معلوم کرنے کے بھی بہترین ماخذ ہیں۔ غالب کے خطوط میں جن فارسی شاعروں اور لغت نویسوں کا تذکرہ آیا ہے اگر انہیں یکجا کیا جائے تو فارسی ادب کی ایسی تاریخ مرتب ہوجائیگی جس میں فارسی کے اہم ترین ایرانی اور ہندوستانی شعراء کا ذکر ہوگا۔ اگر غالب کے خطوط کے حوالے سے ۱۸۵۷ء کی بغاوت کا مطالعہ کریں تو اس سے متعلق بیشتر واقعات و شخصیات ہماری نظر میں آجاتی ہیں۔ منشی ہرگوپال تفتہ کے نام لکھے گئے غالب کے ایک خط کا اقتباس ملاحظہ ہو۔۔۔۔

''صاحب، مفصّل حالات لکھتے ہوئے ڈرتا ہوں۔ ملازمانِ قلعہ پر شدّت ہے اور باز پُرس اور دار و گیر میں مبتلا ہیں۔ گھر کے گھر بے چراغ پڑے ہیں۔ مجرمِ سیاست پائے جاتے ہیں۔ جرنیلی بندوبست یازدہم مئی سے آج تک یعنی شنبہ پنجم دسمبر ۱۸۵۷ء تک بدستور ہے۔'' ۴

غالب اپنی طرزِ خاص کے موجد بھی تھے اور خاتم بھی۔ اُن کے خطوط کے مجموعے "اردوئے معلّی" اور "عودِ ہندی" کے نام سے شائع ہو چکے ہیں۔ یہ خطوط غالب کے مزاج اور شخصیت کی بھرپور عکاسی کرتے ہیں۔ مکتوب نگاری کی صنف نے غالب کے بعد بے پناہ ترقی کی۔ غالب کے اُسلوب کو اردو ادب میں سراہا گیا اور رفتہ رفتہ مکتوب نگاری کی یہ روش عام ہوتی گئی۔ شعراء اور ادباء کے خطوط کے مجموعے شائع ہونے لگے۔ سرسید کے عہد میں یہ صنف بتدریج پروان چڑھی۔ سرسید احمد خان کے معاصرین میں سرسید کے علاوہ حالی، داغ، نذیر احمد، آزاد، امیر مینائی نیز شبلی نعمانی اور اکبرالہ آبادی کے خطوط شائع ہوکر مقبول ہوئے۔ جیسے اکبرالہ آبادی کا وہ مشہور خط جو انھوں نے عبدالماجد دریابادی کے نام لکھا تھا جس میں انکی کہی ہوئی غزل کو اکبرالہ آبادی نے سراہا تھا۔ یا شبلی نعمانی کا وہ خط جو انھوں نے قسطنطنیہ سے سرسید احمد خان کے نام لکھا تھا جو مکتوب ہوتے ہوئے بھی سفرنامے کی بہترین مثال ہے۔

مولانا ابوالکلام آزاد کے خطوط بھی اردو ادب میں مختلف علوم کا بیش بہا ذخیرہ ہیں۔ اُن کے خطوط کا مجموعہ 'غبارِ خاطر' کو اردو ادب میں بڑی قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ ان خطوط میں مولانا آزاد نے مختلف موضوعات پر قلم اٹھایا ہے۔ یہ خطوط دینیات، تاریخ، انشاء وغیرہ سے متعلق ان کے وسیع مطالعہ، قدرتِ کلام اور غور و فکر کے مظہر ہیں۔ آزاد نے اِن خطوط سے وہی کام لیا ہے جو ایک ماہرِ نفسیات، ایک مورّخ اور انشاء پرداز اپنے علم اور قلم سے لیتا ہے۔ مولانا عبدالماجد دریابادی کے نام لکھے گئے ایک خط میں مولانا آزاد نے سُود کے مسئلے پر جس طرح بحث کی ہے اس سے ان کی فقہ کے دقیق مسائل سے واقفیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ مولانا غلام رسول مہر کے نام لکھے گئے خطوط میں صحافتی، دینی، سیاسی و تاریخی مسائل پر اتنی شرح و بسط سے لکھا گیا ہے کہ ہر جگہ مسئلے کے تمام گوشے روشن ہوگئے ہیں۔ کسی خط میں خدا کی ہستی پر دلائل فراہم کرنے کی کوشش کی گئی ہے تو کسی میں فلسفۂ تنہائی پر رائے زنی کی ہے تو کسی خط میں انانیت کا مسئلہ زیرِ بحث آیا ہے۔ یہ موضوعات آسان نہیں ہیں بلکہ کہ دنیا کے اہم اور پیچیدہ ترین موضوعات ہیں، لیکن مولانا نے جس طرزِ استدلال سے

کام لے کر انموضوعات سے متعلق بحث کی ہے وہ قابل ستائش ہے۔ قابل ذکر بات یہ ہے کہ انتہائی اہم اور دقیق موضوعات و مسائل محض اپنے حافظے کی مدد سے کسی ماخذ سے رجوع کیۓ بغیر خط لکھتے وقت ارتجالاً قلم بند ہو گئے ہیں۔ اس سے مولانا کے قوی حافظے اور استحضار کا پتہ چلتا ہے۔ مولانا آزاد نے غلام رسول مہر کے نام لکھے گئے ایک خط میں خدا کی اس بیش بہا نعمت کا تذکرہ اس طرح کیا ہے۔۔۔۔۔

''بعض اوقات سوچتا ہوں تو طبیعت پر حسرت و الم کا ایک عجیب عالم طاری ہو جاتا ہے۔ مذہب، علوم و فنون، ادب، انشاء، شاعری، کوئی وادی ایسی نہیں ہے جس کی بے شمار نئی راہیں مَبدَء فیاض نے مجھ نامراد کے دماغ پر نہ کھول دی ہوں، اور ہر آن و ہر لحظہ نئی نئی بخششوں سے دامن دل مالا مال نہ ہوا ہو۔ بحد یہ کہ ہر روز اپنے آپ کو عالمِ معنی کے ایک نئے مقام پر پاتا ہوں اور ہر منزل کی کرشمہ سنجیاں پچھلی منزلوں کی جلوہ طرازیاں ماند دیتی ہیں۔'' ۵

علاوہ ازیں چند ایسے موضوعات جو بظاہر معمولی ہیں، جیسے 'چڑیا چڑے کی کہانی'، 'حکایتِ زاغ و بلبل'، جن کے تعلق سے یہ خیال نہیں ہوتا کہ ان پر کچھ زیادہ لکھا جا سکتا ہے مگر مولانا کے مشاہدے کا کمال، اُسلوبِ تحریر کی دلکشی اور جولانیِ قلم کا کرشمہ ہے کہ ان پر ۴۵ صفحات قلمبند کر دیے ہیں۔ غرض یہ کہ مولانا آزاد کے علم کی ہمہ گیری اور تنوع حیرت انگیز بھی ہیں اور سُرور افزا بھی۔ 'غبارِ خاطر' کے طرزِ تحریر پر تبصرہ کرتے ہوئے ڈاکٹر سنبل نگار لکھتی ہیں۔۔۔۔۔

'خلاصہِ کلام یہ کہ 'غبارِ خاطر کی دلکشی کا اصل راز اس کی طرزِ تحریر میں ہے۔ تخلیقی نثر کا یہ شہکار صدیوں تک جمال پرستوں کو انبساط و سرور کی دولت عطا کرتا اور اس کے عوض ان سے خراجِ تحسین وصول کرتا رہے گا۔'' ۶

مذکورہ بالا مکتوب نگاروں نے اپنے زورِ قلم اور طرزِ نگارش سے اپنے خط کو نہ صرف فن پارہ بنا دیا بلکہ یہ مکتوب ان علماء و ادباء کی سوانح حیات کی تکمیل میں بھی ممد و معاون ثابت ہوئے۔ مولانا آزاد کے خطوط کو پڑھنے کے بعد اُن کی زندگی کے نجی، ادبی اور مذہبی پہلو روشن ہونے کے ساتھ ساتھ اُس زمانے کے سیاسی و سماجی حالات کا بھی علم ہوتا ہے۔ غالب کے خطوط کا مطالعہ کرنے کے بعد نہ صرف غالب کی نجی زندگی کے گوشے عیاں ہوتے ہیں بلکہ اس پُر آشوب دور کے سیاسی و سماجی حالات سے بھی واقفیت ہوتی ہے۔

الغرض اردو ادب میں مکتوب نگاری کی روایت نہایت قدیم بھی ہے اور مضبوط و مستحکم بھی۔ اسد اللہ خان غالب سے لے کر ابوالکلام آزاد تک اور آزاد سے لے کر عہدِ حاضر تک، اردو ادیبوں اور مکتوب نگاروں نے اپنے خطوط کے وسیلے سے مثبت شعور و آگہی کو پروان چڑھانے کی مقدور بھر سعی کی ہے، نیز سوانح نگاری اور تاریخ نویسی کے نقطہِ نظر سے بھی مکتوب نگاری کی اہمیت و افادیت سے انکار ممکن نہیں۔ کوئی بھی مورّخ اُس عہد میں لکھے گئے خط کو نظر انداز نہیں کر سکتا جس عہد کی وہ سیاسی و سماجی تاریخ مرتّب کر رہا ہو۔

حواشی:

۱- خطوطِ ابوالکلام آزاد (جلد اوّل)۔ مالک رام۔ ساہتیہ اکادمی، نئی دہلی۔ ۱۹۹۱ء (ص ۵-۶)
۲- کلیاتِ مکاتیبِ اقبال (جلد اوّل)۔ مظفر حسین برنی۔ اردو اکادمی، دہلی۔ ۱۹۸۹ء (ص ۲۷)
۳- غالب شاعر و مکتوب نگار۔ پروفیسر نور الحسن نقوی۔ ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ۔ ۲۰۰۰ء (ص ۱۴۳)
۴- تفتہ اور غالب۔ ڈاکٹر محمد ضیاء الدین انصاری۔ غالب اکیڈمی، نئی دہلی۔ ۱۹۸۴ء (ص ۸۱-۸۲)
۵- خطوطِ ابوالکلام آزاد (جلد اوّل)۔ مالک رام۔ ساہتیہ اکادمی، نئی دہلی۔ ۱۹۹۱ء (ص ۲۸۲-۲۸۳)
۶- اردو نثر کا تنقیدی مطالعہ۔ ڈاکٹر سنبل نگار۔ کتاب سرائے اردو بازار، لاہور۔ ۲۰۱۲ء (ص ۲۳۲)

ڈاکٹر آفاق انجم شیخ
صدر، شعبہِ اُردو، فارسی و اِسلامیات
آرٹس، کامرس اینڈ سائنس کالج، جلگاؤں